بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی ☆

مذہبی رواداری اور اسوۂ حسنہ

اسلام مذہبی رواداری، اعتدال اور عدم تشدد کا حامل دنیا کا پہلا مذہب ہے۔ جس نے ہمیشہ نہ صرف یہود و نصاریٰ کے ساتھ بلکہ مجوس و مشرکین کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک برتا ہے۔ بدقسمتی سے اہل مغرب نے ہمیشہ اسلام اور ہادیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ کو بے جا الزامات کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بات کا اعتراف خود انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

> Few great men have been so maligned as Muhammad. Christians Scholars of medieval Europe painted him as an impostor, a lecher, and a man of blood. A corruption of his name, "Mahound" even came to signify the devil. (1)
>
> بہت کم بڑے لوگوں کو اتنا زیادہ بدنام کیا گیا ہے جتنا کہ محمد (ﷺ) کو بدنام کیا گیا ہے۔ قرون وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علماء نے ان کو فریبی، عیاش اور خونی انسان کے روپ میں پیش کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے نام کا ایک بگڑا ہوا تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بنا دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو آج کل ایک طعنہ بنیاد پرستی (Fundamentalism) کا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بنیاد پرستی کی ابتدا آج سے تقریباً ایک صدی پہلے خود عالم عیسائیت نے کی ہے۔ مشہور برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ رقمطراز ہیں۔

> ولیم بیل ریلے نے ۱۹۱۹ء میں امریکی ریاست فلاڈیلفیا میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی جس میں تمام پروٹسٹنٹ فرقوں سے تعلق رکھنے والے چھ ہزار

☆ وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج آف کامرس، نوشہرہ۔ سرحد

قدامت پسندوں نے شرکت کی اور ''ورلڈ کرسچین فنڈ امنٹلز ایسوسی ایشن (WCFA) کو باقاعدہ طور پر قائم کیا گیا۔اس کے فوری بعد ریلے نے چودہ مقرروں اور انجیل گانے والوں کے ایک طائفے کے ساتھ پورے امریکہ میں اٹھارہ شہروں کا ایک انتہائی منظم دورہ کیا، ریلے نے کہا کہ یہ محض کوئی الگ تھلگ جنگ نہیں بلکہ ''یہ تو ایک لامختتم جنگ ہے''۔(۲)

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

Fundamentalist and Evangelical comprise a mixed group of theologically conservative communions that stress the full, and often verbal, inspiration of the Bible and its complete authority over faith and practice. (3)

بنیاد پرست اور مقدس انجیلی مبلغین ایک ایسے گروہ پر مشتمل ہیں جو مذہبی قدامت پرستی کے تانے بانے سے بنا ہے۔یہ گروہ زیادہ تر کتاب مقدس بائیبل (انجیل) کے لفظی معنیٰ اور اس کے ٹھیٹ عمل پر زور دیتا ہے۔

دوسری بنیاد پرست تنظیم یہودی پارٹی ''یگودات اسرائیل''(اسرائیل کا اتحاد = Agudat Israil) کی تھی۔یہ ۱۹۱۲ء میں مسنیگڈی اور گرکے ہیسیڈم نے قائم کی تھی۔۱۹۷۰ء سے لے کر اس وقت تک اٹھارہ صدیوں بعد پہلی مرتبہ یہود متحد ہوئے تھے۔اس تنظیم نے توراۃ کی اساس پر ایک الٰہی ریاست کی تشکیل کا نظریہ اور اس کیلئے عملی جدو جہد شروع کی تھی۔(۴)

جہاں تک انتہا پسندی کا تعلق ہے تو اس کی ایک بنیادی وجہ اصل الٰہی تعلیمات کو بگاڑنا اور اپنے پیغمبروں کے مقدس مشن اور راستے سے انحراف ہے۔اگر یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین میں تحریف نہ کرتے تو آج آسمانی مذاہب والے کم از کم بنیادی آسمانی عقائد پر متفق ہوتے۔مولانا عبدالکریم پاریکھ مذہبی انتہا پسندی کے اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کی۔جس کی وجہ سے اصلی تعلیمات معدوم ہوگئیں اور حق و باطل کی آمیزش ہوگئی۔اگر یہود و نصاریٰ اس فعل قبیح کا ارتکاب نہ کرتے تو آج آسمانی مذاہب والے بنیادی آسمانی تعلیمات پر متفق ہوتے۔(۵)

وہ مذہبی انتہاء پسندی کی دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ پیغمبر آخر ﷺ کا

انکار کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے ہاں حضرت موسیٰؑ وحضرت عیسیٰؑ سمیت تمام سابقہ انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے۔ اگر وہ بھی پیغمبر آخرؐ کو تسلیم کر لیتے جیسے کہ ان کی آسمانی کتب میں تصریحات اور پیشگوئیاں موجود ہیں تو اصلاح کی راہ نکل آتی۔(۶)

یہود ونصاریٰ الٰہی احکام کو پس پشت ڈال کر خود اپنے دین کے ٹھیکدار بن گئے تھے۔تحریف و تبدیل کی حد کرنے کے علاوہ انہوں نے اپنے مذہبی پیشرؤں کو بے حد مذہبی اختیارات دیئے تھے یہاں تک کہ عیسائیت میں گناہوں کا بخشنا اور جنت و دوزخ الاٹ کرنا پادریوں کا کام بن گیا تھا۔''عیسائیوں کا پوپ سے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ خدا کا نائب اور عیسیٰ کا قائم مقام ہے اس کا نہ کوئی فیصلہ غلط ہو سکتا ہے نہ اس کے کسی حکم پر تنقید کی جا سکتی ہے وہ گناہگاروں کے گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اس عقیدے نے آہستہ آہستہ معافی ناموں (Indulgences) کی صورت اختیار کر لی۔ معافی نامے عام بکنے شروع ہو گئے۔ شہر شہر، قریہ قریہ معافی ناموں کی ایجنسیاں قائم کر دی گئیں۔ ہر گناہ کیلئے الگ قیمت کا معافی نامہ ہوتا تھا۔ ان معافی ناموں کو خرید کر نہ صرف زندہ لوگ اپنے گناہ معاف کرواتے تھے بلکہ اپنے فوت شدہ والدین کے گناہوں کی بخشش کیلئے بھی خریدے جاتے تھے۔ مغفرت نامے فروخت کرنے والے گلی کوچوں میں آواز لگا کر فروخت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب معافی ناموں کی تجارت عام ہوگئی تو تمام مسیحی یورپ اور کلیسا خاص طور پر گناہوں اور جرائم کی دلدل میں پھنس گیا''۔(۷)

عیسائیت کی یہی وہ انتہا پسندانہ باتیں تھیں جن کے خلاف مذہب عیسائیت میں مارٹن لوتھر ایک مصلح کی حیثیت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کے ردّ عمل کے طور پر ۲۸۶ مذہبی علما کو زندہ جلا دیا گیا تھا اور تقریباً ایک لاکھ افراد کو لقمۂ اجل بنا دیا گیا تھا۔

تاریخ انسانیت میں یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ کوئی مذہب یا نظریہ تلوار کے بغیر نہیں پھیلا۔ گویا تلوار اور جنگ غلبۂ دین اور افکار ونظریات کی ترویج کیلئے ایک ضروری چیز رہی ہے، مگر اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے جنگ کے اصول مقرر کئے۔ ورنہ اسلام سے قبل دیگر مذاہب والے مفتوحہ اقوام پر جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے اس کی کچھ مثالیں اس مضمون میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے دورِ جاہلیت کے تمام وحشیانہ جنگی طریقوں کو منسوخ کر دیا اور ایسے قوانین نافذ فرمائے جو آج بھی احترام آدمیت کا درس دیتے ہیں۔ ان قوانین کے مطابق جنگ کے دوران عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل، عبادت گاہوں اور فصلوں کی تباہی و بربادی اور دشمنوں کے ہاتھ، ناک

کان وغیرہ کاٹنے پر پابندی لگا دی گئی۔ (۸) رسول اکرم ﷺ کی وسعت ظرفی اور دوسروں کو برداشت کرنے کی اعلیٰ ترین مثال یہود کے مقدس مقام کوہِ سینا (مصر) کے ساتھ عیسائیوں کا کلیسا ''سینٹ کیتھرائن'' کی حفاظت اور عیسائیوں کے حقوق کے بارے میں ایک نامہ مبارک تحریر فرمانا ہے۔ حُسنِ اتفاق سے آج تک یہ کلیسا موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریخ میں آپ ﷺ کا نامہ مبارک بھی اصل حالت میں موجود ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی لکھتے ہیں:

۶۲۷ء میں پیغمبر اسلام ﷺ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہِ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو پوری آزادی اور وسیع حقوق عطا کئے اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ

۱۔ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمن سے بچائیں۔

۲۔ تمام مضر اور تکلیف رساں چیزوں سے پورے طور پر ان کی حفاظت کریں۔

۳۔ ان پر بے جا ٹیکس نہ لگایا جائے۔

۴۔ کسی کو اپنی حدود سے خارج نہ کیا جائے۔

۵۔ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

۶ کسی راہب کو اپنی خانقاہ سے نہ نکالا جائے۔

۷۔ کسی زائر کو اپنی زیارت سے نہ روکا جائے۔

۸۔ مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں۔ (۹)

اسلام نے تلوار کی زد کو میدانِ جنگ میں محض برسرِ پیکار افراد تک محدود رکھا اور دوسرے لوگوں سے تعرض نہ کرنے کی تاکید کی ہے، اسلام نے محاربین (Belligerents) کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک اہل قتال (Combatants) اور دوسرے غیر اہل قتال (Non Combatants) اہل قتال وہ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا عقلاً وعرفاً حصہ لینے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی جوان مرد۔ اور غیر اہل قتال وہ ہیں جو عقلاً وعرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے یا عموماً نہیں لیا کرتے مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضا، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین، زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔ اسلام نے (دورانِ جنگ) طبقۂ اول کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور طبقۂ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے

جب فوجیں شام کی طرف روانہ کیں تو ان کو دس ہدایات دیں۔ وہ ہدایات اسلامی تعلیماتِ جنگ کا ملخص ہیں۔ وہ ہدایات یہ ہیں، ۱۔عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں، ۲۔مُثلہ (اعضا کا کاٹنا) نہ کیا جائے، ۳۔راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں، ۴۔کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ فصلیں جلائی جائیں، ۵۔آبادیاں ویران نہ کی جائیں، ۶۔جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے، ۷۔بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے، ۸۔جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا کیا جاتا ہے، ۹۔اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے، ۱۰۔جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔(۱۰)

۱۶ھ/۶۳۷ء میں جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ بیت المقدس کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے انتہائی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امان نامہ لکھ کر دیا تھا

> یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذاہب کیلئے ہے۔ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ گرائے جائیں گے۔اور نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ نہ مذہب کے معاملے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔(۱۱)

اسلام میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو پرسنل لا اور کلچر میں آزادی دی گئی ہے۔ ابو عبیدہ کتاب الاموال میں تحریر فرماتے ہیں۔

> هُمْ اَحْرَارٌ فِيْ شَهَا دَا تِهِمْ وَمُنَا كَحَا تِهِمْ وَمَوَا رِيْثِهِمْ وَجَمِيْعِ اَحْكَا مِهِمْ۔ (۱۲)
>
> یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام، نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام مذہبی احکام میں آزاد ہوں گے۔

اسلام میں دوسرے مذاہب، ان کے مذہبی پیشواؤں اور عبادت خانوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں۔

لَا یُهْدَمُ لَهُمْ بِیْعَةٌ وَلَا یُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوا قِیْسِ اِلَّا فِیْ اَوْقَاتِ
الصَّلٰوةِ وَلَا مِنْ اِخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِیْ یَوْمِ عِیْدِهِمْ۔ (۱۳)

یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں، یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے۔ اور ان کو ان کی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکا جائے

خنزیر اور شراب کے اسلام میں سخت حرمت کے باوجود یہ حکم رکھا گیا کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے خنزیر یا شراب کو ضائع کرے گا تو وہ اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمے دار ہوگا۔ (۱۴) اسلام کے ان احکام اور عادلانہ و فراخدلانہ اقدامات کو دیکھ کر مستشرقین اسلامی رواداری کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ فرانسیسی مستشرق موسیو سیڈلیٹ (M.Sedillet) لکھتا ہے۔

جو لوگ اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان صریح علامات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عربوں کی وہ تمام بری خصلتیں مٹ گئیں جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں۔ انتقام لینا، خاندانی عداوت کو جاری رکھنا، کینہ پروری اور جور و ظلم، دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسومات کو قرآن نے مٹا دیا۔ ان میں سے اکثر چیزیں پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں۔ (۱۵)

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اعتراف کرتا ہے۔

اگر اسلام جلوہ گر نہ ہوتا تو دنیا شائد زمانۂ دراز تک انسانیت، تہذیب اور شائستگی سے روشناس نہ ہوتی۔ یہ امر واقع ہے کہ آج دنیا میں مساوات، امدادِ باہمی، علمی جد و جہد اور نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کی جو تحریکیں جاری ہیں وہ سب کی سب اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہیں۔ اسلام نے جلوہ گر ہو کر حکومتی نظاموں کا ڈھانچہ بدل دیا دنیا کے اقتصادی نظام میں انقلاب برپا کر دیا، اسلام نے ایک ایسا مکمل نظام حیات پیش کیا جو مسلمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے ایک رحمت ثابت ہوا، یہ ایسی خوبیاں ہیں جن کے سامنے نہ صرف میری

بلکہ ہر انصاف پسند انسان کی گردن جھک جانی چاہئے (۱۶)

دشمنان اسلام، اسلام کے بارے میں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حالانکہ اسلام بلند اخلاق وکردار اور دل کو موہ لینے والی انسانی اقدار کے ذریعے پھیلا ہے۔ تاریخ میں کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ اسلام کوکسی پر زبردستی ٹھونسا گیا ہو۔ اس کے بالمقابل عیسائیت کے بزورِ بازو پھیلانے کے شواہد موجود ہیں۔ عیسائی بادشاہ تھیوڈوسیوس نے غیر مسیحی عبادت کو موجب سزائے موت قرار دیا تھا، اس نے مندروں کو توڑنے، ان کی جائیداد ضبط کرنے اور عبادت کے سامانوں کو مٹانے کا حکم دیا تھا۔ مصر کے آرچ بشپ تھیوفیلوس نے خاندان بطالسہ کا عظیم الشان کتب خانہ نذرِ آتش کردیا تھا۔ ان مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرست رعایا نے تلوار کے خوف سے اس مذہب کو قبول کرلیا جس کو وہ دل سے پسند نہیں کرتی تھی۔ بددل اور بے اعتقاد پیروؤں سے مسیحی کلیسا بھر گئے۔ ۳۸ برس کے اندر روم کی عظیم الشان سلطنت سے وثنیت (بت پرستی) کا نام ونشان مٹ گیا اور یورپ، افریقہ اور شرق اردن میں تلوار کے زور سے مسیحیت پھیل گئی۔ (۱۷)

> اس کے بالمقابل ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے The Preaching of Islam میں کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق وکردار کے زور سے پھیلا ہے۔ نیز مسلمانوں نے غیر مذہب والوں کو ہر جگہ مذہبی آزادی دی ہے۔ انہوں نے تفصیل سے لکھا ہے کہ کس کس جگہ عیسائی اقلیت میں اور مسلمانوں کے زیردست تھے۔ جنہیں بڑی آسانی سے بزورِ بازو مسلمان بنایا جاسکتا تھا مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ اگر کسی جگہ بادشاہوں نے اس کا ارادہ بھی کیا تو مسلمان مفتیوں نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا ہے۔ (۱۸)

وہ ایک دوسری جگہ اعتراف کرتا ہے:

> کوئی مذہب اسلام کی طرح روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس طرح مذہبی آزادی دی ہو، رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔ (۱۹)

عام نوع انسانی کے ساتھ تعلقات کے معاملے میں اصولی اندازِ فکر کا قرآن وسنت کے اندر محبت، حسن سلوک، حلم وشرافت اور محافظت کے الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے، خود رسول اللہ ﷺ کے

بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دوستانہ رویہ رکھنے والے نجران کے عیسائی قبائل کے ساتھ جزیے کا معاہدہ اور مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ امن وتعاون کا معاہدہ طے کیا۔ دوسری طرف آپ ﷺ نے انہی یہودیوں کے بعض قبائل کے خلاف جنگ لڑی جو مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے کوشاں تھے۔ یہ معرکے حالات کی مجبوریوں اور تدبیری ضروریات کے تحت ہوئے تھے۔(۲۰)

اسلام کی رواداری کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے وہ اپنے اسلام پر دل سے قائم ودائم رہے۔''اسے آپ ﷺ کی قیادت کا اعجاز نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ سوائے خیبر (یہود) کے جس شہر اور جس قبیلے کو آپ ﷺ نے فتح کیا وہ جان نثار اور معتقد بن گئے۔ یہ یقیناً اس لئے تھا کہ اسلام کی جنگیں ان کے قتل وغارت کیلئے نہیں بلکہ ہدایت وفلاح کیلئے ہوتی تھیں۔ اور آپ ﷺ ہر فاتح کی طرح حریف کے درپئے آزار ہونے کے بجائے ان کے ہمدرد ہوتے تھے۔(۲۱)

عیسائی مؤرخین نے ہمیشہ آپ ﷺ کے بارے میں انتہائی تعصب سے کام لیا ہے۔ سر تھامس کارلائل (Sir Thomas Carlyle) وہ پہلا عیسائی محقق ہے جس نے تعصب سے ہٹ کر انصاف کی نظر سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا بغور مطالعہ کیا اور اس نے ۱۸۴۰ء میں مشاہیرِ عالم پر اپنی مشہورِ زمانہ کتاب Heros and Hero-worship لکھی۔ اس میں ایک مقالہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام سے متعلق ہے۔ انہوں نے اسلام کے تلوار کے ذریعہ پھیلنے کو بڑے منطقی انداز سے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''اسلام کیلئے تلوار بے شک استعمال ہوئی تھی مگر سوال یہ ہے کہ یہ تلوار آئی کہاں سے تھی؟'' ان کا مقصد ہے کہ تلوار چلانے والوں کو آخر کس چیز نے مجبور کر کے مسلمان کیا تھا۔ وہ تو کم از کم اپنی رغبت سے مسلمان ہوئے تھے۔ تو جو مذہب ابتداً خالص اخلاق وکردار کے زور سے پھیلا اگر بعد میں تلوار استعمال ہوئی بھی ہے تو یہ انقلابات کی داغ بیل ڈالنے کیلئے لازمی امر ہے۔ آگے تحریر کرتے ہیں ''ایک لحاظ سے تو ہمیں اپنے عیسائی مذہب کا دامن بھی خون کے دھبوں سے پاک نظر نہیں آتا۔ جب اس کے ہاتھ میں تلوار آئی تو استعمال بھی ہوئی''۔(۲۲)

پروفیسر آرنلڈ اسلام کی اشاعت کی وجوہ واسباب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ تاجر ہیں جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے''۔(۲۳) واضح رہے کہ مسلمان مجاہد کی خیالی تصویر جس کے ایک

ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن ہے سے راقم کے خیال میں پروفیسر آرنلڈ کا اس طرف اشارہ ہے کہ امریکی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ میں جہاں ۱۹۳۲ء سے عام سیشن ہو رہے ہیں۔ تاریخ عالم کی عظیم قانون دہندہ ہستیوں کو ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑے دکھایا گیا ہے۔ مسیحی دنیا کے تعصب بھرے اس نظریے کی حامل یہ تصویر تاحال نصب ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ (۲۴)

عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

> اس عام خیال کو قبول کرنا دشوار ہے کہ ان عیسائیوں میں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے اور ہم اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جبر و اکراہ کی بجائے دوسرے اسباب کو تلاش کریں جو ان کے تبدیلیٔ مذہب کا موجب بنے۔ (۲۵)

مفتوح اور زیر نگین آنے والوں کے ساتھ پیغمبر رحمت ﷺ کا کیا سلوک رہا ہے؟

فتح مکہ کے دن مسلمانوں پر سابقہ مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے والوں کے بارے میں انسان کے فطری انتقامی جذبہ کے تحت انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے تھے اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ... اليومَ تَسْتَحِلُّ الْكَعْبَة۔ ''آج قتل و قتال کا دن ہے اور آج خانہ کعبہ میں بھی خون بہایا جائے گا''۔ اس کے جواب میں پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا: كَذِبَ سَعْدٌ اَلْيَوْمَ يَوْمُ الرَّحْمَةِ سعد نے غلط کہا، آج تو رحم و کرم، عفو و درگزر اور عام معافی کا دن ہے۔ (۲۶)

برطانوی مصنفہ کرن آرمسٹرانگ نے سیرت طیبہ پر ایک قابلِ قدر کتاب لکھی ہے۔ وہ اپنی کتاب Muhammad a Western Attempt to Understanding Islam میں اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

> Muhammad... .Founded a Religion and a Tradition that was not based cultural on the sword. despite the western myth. and whose name Islam,signifies peace and reconciliation "(27)

> محمد ﷺ ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار پر نہ تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانہ کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے

تاریخ عالم پر نگاہ رکھنے والا کوئی بھی انصاف پسند آدمی جب عالمی جنگوں اور اس کے نتیجہ میں واقع ہونے والی ہلاکتوں کا مقابلہ آنحضرت ﷺ کے غزوات کے ساتھ کرتا ہے اور واقعہ کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ چنانچہ فتنۂ تاتار میں دس لاکھ افراد بے دردی سے تہہ تیغ کئے گئے۔ روسی انقلاب نے انیس لاکھ افراد کو نگل لیا۔ پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ کے قریب اور دوسری جنگ عظیم میں پانچ کروڑ کے قریب افراد ہلاک ہوئے۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کی تمام حیاتِ طیبہ میں ۲۷ غزوات ہوئے یعنی وہ جہاد جن میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے اور ۵۶ سرایا ہوئیں یعنی وہ جہاد جن میں صحابہ کرام کو بھیجا اور خود شریک نہیں ہوئے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں تمام غزوات وسرایا میں مسلمان شہداء کی کل تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ کافر مقتولین کی تعداد ۷۵۹ ہے۔ مسلمان اور کافر تمام مقتولین کا مجموعہ ۱۰۱۸ بنتا ہے۔ (۲۸)

ان گنے چنے افراد کے کام آنے پر دنیا کا وہ عظیم الشان انقلاب برپا ہوا جس کی کرنیں آج تک چاردانگ عالم میں ضوء فشاں ہیں۔ باقی انقلابات نے کروڑوں افراد کی جانیں لے کر کچھ بھی اثرات مرتب نہیں کئے مگر اسلام کے دیرپا اثرات آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ مشہور امریکی ماہر فلکیات اور دانشور ڈاکٹر میخائل ایچ ہارٹ (Dr.Michael.H.Hart) اور ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ اہلیہ نے دنیا کی مشہور شخصیات کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعے کے حاصل کے طور پر انہوں نے "The 100" (سو عظیم شخصیات) نامی کتاب لکھی جو ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں تاریخ انسانی کی سو اعلیٰ ترین شخصیات کے حالات درج ہیں۔ جنہوں نے مصنف کے نزدیک تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کو تمام شخصیات کے مقابلے میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔ کیونکہ مصنف کے نزدیک وہ تاریخ کے سب سے گہرے اثرات اور زندہ نقوش چھوڑنے والی شخصیت ہیں، وہ لکھتے ہیں۔

> Muhammad was the only man in history who was supremely successful on both the religious and the secular levels. (29)
>
> پوری تاریخ انسانی میں محمد (ﷺ) وہ واحد شخصیت ہیں جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب وکامران ہوئے ہیں۔

رواداری اور عدم تشدد اسوۂ حسنہ سے عملی مثالیں:

رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پوری دنیا کیلئے کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا میں اعتدال، رواداری اور عدم تشدد کی اعلیٰ ترین عملی مثالیں قائم کی ہیں۔ اسلام کے آغاز ہی سے آپ ﷺ پر اہل مکہ نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کیے۔ آپ کو گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے۔ راستوں میں کانٹے بچھائے۔ جسم اطہر پر نجاستیں گرائیں جادوگر، مجنون اور نہ جانے کیا کیا نام دیئے مگر بقول ام المؤمنین حضرت عائشہؓ آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ ہاں اگر کوئی خدائی حرمت کو پامال کرتا تو اس صورت میں سختی کے ساتھ مواخذہ فرماتے (۳۰)

ذیل میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے اس سلسلے میں چند عملی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

نبوت سے قبل جب کہ آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ اہل مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا جب حجر اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو ہر قبیلے والے اس سعادت کو حاصل کرنے کیلئے میدان میں اتر آئے۔ قریب تھا کہ تلواریں چل پڑتیں کہ آپ ﷺ نے ایک دانشمندانہ فیصلہ کیا۔ آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر ایک چادر میں رکھا اور تمام قبیلوں کے سرداروں سے کہا کہ اس چادر کو مشترکہ طور پر اٹھا کر خانہ کعبہ تک لے چلو۔ جب سب نے پتھر اپنی جگہ تک پہنچا دیا تو آپ ﷺ نے اٹھا کر اسے اس کی جگہ پر نصب فرمایا اور یوں خون خرابہ ہوتے ہوتے رہ گیا (۳۱)

جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار نے ہر طرح سے آپ کو ستانا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوجہل اور ابولہب، آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ کے ساتھ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا تھا۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ اس طرح اہل مکہ نے خاندان قریش کا معاشرتی مقاطعہ کیا۔ یہ حالت سن ۷ نبوت سے ۱۰ نبوت تک جاری رہی۔ بھوک اور پیاس سے بچے بلبلا اٹھتے مگر اہل مکہ کو ان پر رحم نہ آتا۔ ان تمام حالات میں آپ ﷺ نے صبر اختیار کیا (۳۲)

ایک بار رسول اکرم ﷺ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل کے اکسانے پر بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور گندگی بھری اوجھڑی لاکر سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے اوپر رکھ دی۔ کفار اس منظر کو دیکھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ دوڑتی ہوئی آئیں اور اس گندگی

کوآپ ﷺ کے جسم مبارک سے ہٹادیا(۳۳)

اہل مکہ سے ناامید ہوکرآپ نے دعوتِ اسلام کی غرض سے طائف کا سفراختیار کیا۔وہاں کے سرداروں نے دعوت قبول کرنے کی بجائے برا بھلا کہا اورلڑکوں کو پیچھے لگادیا جنھوں نے پتھر مار مارکرآپ ﷺ کولہولہان کردیا۔بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس وقت مختلف فرشتے آئے اورآپ ﷺ سے اہل طائف کی تباہی کی اجازت چاہی مگرآپ نے فرمایانہیں اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے مسلمان پیدا فرمائے گا۔(۳۴)

ابوسفیان کی بیوی ہند اسلام لانے سے قبل سخت ترین دشمن اسلام تھی۔اس نے رسول اکرم ﷺ کے چہیتے چچا حضرت حمزہؓ کوشہید کرواکرناک کان کٹوائے۔سینہ چاک کرایااوردل وجگرنکلواکرچبایا۔فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے بلنداخلاق اور بے مثال عفوودرگزرسے متاثر ہوکرمسلمان ہوگئی۔آپ ﷺ نے اس کے اسلام لانے پرخوشی کااظہارفرمایا۔(۳۵)

حضرت حمزہؓ کوشہید کرکےان کا سینہ چاک کرنے والاوحشی بن حرب تھا۔جو ہند کا غلام تھا۔(وحشی بن حرب کےلفظی معنیٰ ہیں جنگلی،لڑائی کی پیداوار)فتح مکہ کے بعدیہ طائف بھاگ گیا کیونکہ اہل طائف ابھی اسلام نہیں لائے تھے مگرجب اہل طائف نے بھی اسلام قبول کرلیا تووحشی کیلئے جائے پناہ نہیں رہی۔اورجب مجبوراًدربارِرسالت میں اسلام لانے کی غرض سے حاضرہواتوآنحضرت ﷺ نے اس کا اسلام قبول فرماکرسب کچھ معاف فرمایا(۳۶)

عکرمہ بن ابی جہل اسلام لانے سے قبل باپ کی طرح سخت ترین دشمن اسلام تھا۔فتح مکہ کے دن خوف کے مارے یمن بھاگ گیا۔ان کی بیوی نے جومسلمان ہوچکی تھی حضور ﷺ سے عکرمہ کیلئے امان طلب کی اورعکرمہ جب دربارِنبوت میں پہنچےتوحضور ﷺفرطِ خوشی سے اس کی طرف ایسے دوڑے کہ چادرمبارک جسمِ اطہرسے کھسک کرنیچے گرپڑی(۳۷)

صفوان بن امیہ قریش کے سرداروں میں سے تھا اورکٹردشمن اسلام تھا۔اس نے عمیر بن وھب کوبھاری رقم کی لالچ دےکرآنحضرت ﷺ کےقتل کےارادہ سے مدینہ بھیجا تھا۔رسول اکرم کووحی کے ذریعہ اس کےارادے کی اطلاع ہوگئی تھی جب وہ خدمت اقدس میں پہنچاتوآپ ﷺ نے اس کے اقدام سے پہلے ہی اس کےارادے کی اطلاع اسے کردی اورفرمایا کہ تمھارےاورصفوان کے درمیان خانہ کعبہ کے پاس فلاں فلاں بات ہوئی تھی۔یہ سن کرعمیرفوراًاسلام لے آیا۔تاہم صفوان فتح مکہ کے دن بھاگا

اور جدہ پہنچا جہاں سے یمن جانا چاہتا تھا۔عمیر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور صفوان کیلئے امان کی درخواست کی۔آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطورِ امان کی نشانی عطا فرمایا۔صفوان عُمیر کے ہمراہ دربارِ رسالت میں پہنچا۔اور چار ماہ کی مہلت طلب کی۔بعد میں اسلام قبول کیا۔(۳۸)

مسلمانوں کی خاطر ایک بار آپ ﷺ نے ایک یہودی زید بن سعنہ سے قرضہ لیا۔مقررہ وقت ادائیگی سے قبل ہی وہ یہودی آیا اور آپ ﷺ سے نامناسب اور گستاخانہ انداز سے پیش آیا۔حضرت عمرؓ سے برداشت نہ ہوسکا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی۔مگر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! تمھیں چاہئے کہ مجھے حُسنِ ادائیگی کی تلقین کرتے اور اسے حُسنِ طلب کی۔پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کا قرض واپس کرنے کا حکم فرمایا بلکہ حسنِ سلوک کے طور پر بیس صاع زیادہ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا۔اس حسنِ سلوک سے وہ یہودی متأثر ہوکر مسلمان ہوگیا۔(۳۹)

عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین' دل سے اسلام کا دشمن و بدخواہ تھا۔غزوۂ احد کے موقع پر بہانہ بنا کر اس نے مسلمانوں کی جمعیت جو ایک ہزار پر مشتمل تھی سے اپنے تین سو افراد جدا کر کے واپسی اختیار کی۔یہ مشرکین و یہود کے ساتھ خفیہ ساز باز رکھتا اور مسلمانوں کے راز ان کو منتقل کرتا تھا۔ایک دفعہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی آپس میں لڑائی ہوگئی دونوں نے اپنی اپنی قوم کو پکارا۔آنحضرت ﷺ نے موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کیا مگر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ مدینہ چل کر ذلیل مسلمانوں یعنی مہاجرین کو نکال دونگا۔اور کہا کہ پیغمبر کے ساتھیوں سے ہاتھ اٹھالو تو وہ خود یہاں سے بھاگ کھڑے ہونگے۔اسکی تفصیل سورۂ منافقون میں آئی ہے۔واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر بہتان لگانے میں بھی اسکا بنیادی کردار تھا۔اس کے باوجود آپ ﷺ نے ہمیشہ اس سے درگزر کا معاملہ فرمایا اور جب مرا تو آپ نے صحابہؓ کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنا کرتہ عنایت فرمایا جس میں اسے دفن کیا گیا۔اور آپ ﷺ نے اس کیلئے استغفار کیا۔(۴۰)

سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا جبکہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی۔حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی، اور ابوبکرؓ جیسے یارِ غار اور افضل ترین صحابی کی صاحبزادی تھیں۔شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔جنہوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلایا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔دشمنوں سے شماتت، ناموس کی بدنامی، محبوب کی بے عزتی، یہ باتیں انسان کے صبر و تحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں تاہم رحمت عالم نے ان تمام کے ساتھ کیا کیا؟ واقعے کی تکذیب خود خدا نے قرآن پاک میں کردی اور اس سے قبل آپ ﷺ نے کسی طرح کوئی انتقام نہیں لیا۔(۴۱)

ہبار بن الاسود وہ شخص تھا جس کے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اور مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہی تھی۔ کفار نے مزاحمت کی۔ ہبار بن الاسود نے جان بوجھ کران کو اونٹ سے گرادیا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہوگیا۔ فتح مکہ کے بعد مجبوراً آستانۂ رحمت پر جھک آیا اور اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف کیا۔ پھر کیا تھا باب رحمت سامنے کھلا تھا اور دوست دشمن کی تمیز یکسر مفقود تھی۔ (۴۲)

تاریخ انسانی میں فتح مکہ انسانی رواداری، صبر وتحمل، برداشت اور وسیع القلبی کی وہ لازوال اور عدیم النظیر روشن مثال ہے جس کا عشر عشیر بھی تاریخ عالم کے معلمینِ اخلاق کی عملی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ اس دن مکہ کے تمام ظالم و جابر کفار و مشرکین سامنے بے بس اور گردن جھکائے کھڑے تھے۔ وہ سب تھرتھر کانپ رہے تھے۔ ان کو اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔ آج ربِ کائنات نے ان تمام کو پیغمبر رحمت ﷺ کے قبضے میں دے دیا تھا۔ چاہتے تو چشم زدن میں سب کی گردنیں کٹوا کر سابقہ ظلموں کا بدلہ لے لیتے۔ اس حالت میں پیغمبر رحمت ﷺ کی آواز اٹھی ''تمھیں معلوم ہے میں تمھارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں''؟ سب نے جواب میں کہا'' آپ کریم بھائی کے کریم بیٹے ہیں اور ہم آپ کی طرف سے رحم واحسان کے امیدوار ہیں''۔ پھر کیا تھا دریائے رحمت اُمنڈ آیا اور اہل مکہ کی ظلموں بھری تاریخ کو بہا کر لے گیا۔ فرمایا

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ۭ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ (۴۳)

آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ہجرت سے قبل یثرب (مدینہ) میں اوس وخزرج کے دو دشمن قبیلوں کے علاوہ یہود کے مختلف قبائل اور دیگر مشرکین آباد تھے گویا مدینہ مختلف عقائد، قبائل اور نسلوں کی آماجگاہ تھا۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ان تمام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اس اتحاد و اتفاق کو قائم رکھنے کیلئے دنیا کا پہلا تحریری دستور وجود میں آیا۔ جس پر تمام کا اتفاق ہوا اور اس کی رو سے آپ ﷺ کو مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ یوں مدینہ میں ایک مختلف الخیال عناصر پر مشتمل ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں میثاق مدینہ کی وجہ سے یہود، انصار، مہاجرین اور دوسرے قبائل ایک تنظیمی اتحاد میں شامل ہوگئے۔ اور سب ایک دوسرے کے وجود کا اعتراف کرنے لگے۔ (۴۴)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق میثاق مدینہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز

یثاق دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں ۲۳ اور دوسرے میں ۲۴ دفعات شامل ہیں ۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق وفرائض کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب کہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق وفرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ''مسلمانوں کیلئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کیلئے یہودیوں کا دین ہے'' یعنی مدینہ میں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اختیار دیا گیا تھا۔ تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کر لیجئے۔ اس سے بڑھ کر مفاہمت بین المذاہب کا وسیع عملی مظاہرہ دیکھنا کہاں نصیب ہوگا؟ (۴۵)

عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل یثاقِ مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ، انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا' انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کو تحفظ ملا اور شہر امن کا گہوارہ بنا۔ (۴۶)

رسول اکرم ﷺ غیر مسلموں کو مسجد میں ٹھہراتے۔ ان کو ان کے طریقے پر مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دیتے۔ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسجد ہی میں نماز شروع کر دی۔ بعض مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی کے اندر نماز پڑھی۔ (۴۷)

ایک بار ایک یہودی کا جنازہ گذر رہا تھا۔ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ احترامِ آدمیت کی خاطر کھڑے ہو گئے۔ (۴۸)

اعتدال اور میانہ روی کے حوالے سے اسلام کو دیگر مذاہب میں خاص امتیاز حاصل ہے آپ ﷺ نے نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دینی امور میں بھی اعتدال اپنانے کا حکم فرمایا ہے۔

ایک بار تین صحابہؓ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عبادت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے کہ کس قدر عبادت کریں۔ ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کروں گا اور آرام نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ساری عمر نکاح نہیں کرونگا اور شہوت پوری کرنے سے دور رہوں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیز گار ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور

بغیر روزہ کے بھی رہتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے نکاح بھی کیے ہیں۔ پس جو میرے طریقے کے خلاف کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۴۹)

ایک بار رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان باندھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المومنین حضرت زینبؓ نے لٹکائی ہے۔ جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک کر تھکاوٹ اتارتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رسی کھول دو۔ جب تک تم میں سے کوئی تازہ دم رہے تو نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو آرام کرلیا کرے۔ (۵۰)

ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں پیشاب کیلئے بیٹھ گیا۔ صحابہؓ اس کو مارنے کیلئے کھڑے ہوگئے آپ نے ان کو منع فرمایا جب دیہاتی فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ یہ مسجدیں بول و براز کیلئے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کیلئے ہیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا وہ ایک ڈول پانی لایا اور اس پیشاب پر بہادیا۔ (۵۱)

پس چہ باید کرد؟

گذشتہ سطور سے یہ بات بہ وضاحت عیاں ہوگئی کہ دینِ اسلام امن و سلامتی، عدل و انصاف، اعتدال و درمیانہ روی، عفو و درگزر اور رواداری و عدم تشدد کا دین ہے۔ اس کو انتہا پسندی یا دہشت گردی کی طرف منسوب کرنا اغیار اور اسلام دشمنوں کے تعصب پر مبنی کارستانی ہے۔ بدقسمتی سے آج کل پوری دنیا کا میڈیا بھی یہودی و نصرانی لابی کے ہاتھوں میں ہے۔ اور وہ دین اسلام کو اس کی اصل تعلیمات کے برعکس پیش کررہا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک وقت تھا جب کہ اسلام اور مسلمان دونوں کا ایک ہی مفہوم لیا جاتا تھا۔ یعنی جو کچھ اسلام تھا وہی مسلمان کا عمل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کا چرچا تھا اس کی ترقی ہورہی تھی، لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اچھا دین اور اچھے پیروکار سمجھتے تھے۔ اب اسلام اور مسلمان دونوں کا مفہوم الگ الگ ہوگیا ہے، یعنی اسلام کی تعلیمات اور مسلمان کے عمل و کردار میں ایک واضح فرق بلکہ تضاد سامنے آیا ہے۔ مسلمان مسلمان کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے، دنیائے کفر متحد ہے اور عالم اسلام افتراق و انتشار کا شکار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو عام کیا جائے اس کو بار بار پڑھا اور سوچا جائے۔ اور پھر اس کو عمل میں لایا جائے۔ مگر معاملہ

صرف مسلمانوں کا نہیں ہے، تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، اب ساری دنیا ایک عالمی گاؤں (Global Village) کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ مختلف مذاہب، اقوام اور ممالک والے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ عالمی برادری کو بھی اپنی سوچ وفکر اور عمل وکردار پر نظر دوڑانی پڑے گی۔ یورپ اور امریکہ کے دانشوروں اور اربابِ اختیار کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے کا حوصلہ و برداشت پیدا کریں۔ وہ تعصب کا چشمہ اتار کر ہادیٔ اعظم، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عملی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کریں۔ اور پھر تاریخ انسانیت کے تمام مصلحین سے اسلامی حقیقی زندگی کا تقابل کر کے اس کی آفاقی، ہمہ گیر اور عدیم النظیر حیثیت کو تسلیم کر لیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کر لیں کہ اسلام اور مسلمان روئے زمین کی ایک عظیم قوت ہیں۔ ان کو صفحہ ہستی سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ ان کے ساتھ ٹکر لینے کی بجائے وہ اصولِ پُر امن بقاءِ باہمی (Peaceful Mutual Co-existance) کے راستے اور ذرائع تلاش کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے دنیا میں امن قائم ہوگا اور سلامتی وخوشحالی آئے گی۔ لیکن اگر وہ سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے مسلم امہ کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرنے اور ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے تانے بانے پروئیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہوگی۔ اس طرح کرنے سے دنیا کا امن بھی تباہ ہوگا اور خود ان کو بھی زندگی بھر چین وامن کا سانس لینا نصیب نہ ہوگا۔

یورپ و امریکہ نے مادی ترقی تو بہت کر لی ہے لیکن خود اعلیٰ انسانی صفات وکردار اور بلند روحانی اقدار سے یکسر خالی اور تہی دست ہے۔ ان کے ہاں کتوں اور جانوروں کی حیثیت تو ہے لیکن انسانی زندگی اور اس کا احترام معدوم ہے۔ ان کو سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے عمل وکردار کی اصلاح اور تاریخ ساز اسلامی روایات کے سرچشمہ سے مستفید ہونے کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا۔

علامہ اقبال نے انہی کے بارے میں فرمایا تھا:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا (۵۲)

مآخذ و مراجع

۱۔ Encyclopeadia Britanica, 1984, " Muhammad " Vol ; 12 p 609

۲۔ کیرن آرمسٹرانگ: The Battle for God اردو ترجمہ "خدا کیلئے جنگ" از محمد احسن بٹ، نگارشات لاہور، طبع ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۱
۳۔ Encyclopeadia Britanica, " Fundamentalist " Vol 7 p 777
۴۔ کیرن آرمسٹرانگ: خدا کیلئے جنگ ص ۲۷۱ تا ۲۷۳
۵۔ مولانا عبدالکریم پاریکھ: یہودیت۔ قرآن کی روشنی میں، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور طبع دوم مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۹۸
۶۔ ایضاً ص ۱۹۹
۷۔ چودھری غلام رسول: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور ص ۵۲۲، ۵۲۳
۸۔ اسد سلیم شیخ: رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۲ء ص ۱۷۱
۹۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی: رسول اکرم ﷺ اور رواداری، فضلی سنز لمیٹڈ کراچی، ۱۹۹۸ء ص ۱۹۲، ۱۹۳
۱۰۔ ڈاکٹر خالد علوی: انسان کامل ﷺ، الفیصل ناشران کتب لاہور، طبع چہارم ۲۰۰۲ء ص ۳۰۰ و ۳۱۰
۱۱۔ ابن جریر طبری: تاریخ الامم والملوک، المعارف بیروت، ج ۵ ص ۲۴۰۵
۱۲۔ ابوعبید، کتاب الاموال، ص ۱۴۰
۱۳۔ امام ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۱۴۳
۱۴۔ ردالمختار ج ۳ ص ۲۷۳ بحوالہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق، از مولانا مودودی، ص ۱۶
۱۵۔ ایم سیڈلیٹ: خلاصۂ تاریخ عرب، اردو ترجمہ عبدالغفار، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۳۴
۱۶۔ Arnold, Sir Thomas : The Preaching of Islam, London 1961 , p 277
۱۷۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی: نصرانیت، قرآن کی روشنی میں، ادارۂ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۷۶
۱۸۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ: دعوتِ اسلام، مفیدِ عام پریس آگرہ، طبع ۱۸۹۸ء ص ۴۴۸، ۴۴۹
۱۹۔ ایضاً طبع کردہ محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور طبع ۱۹۷۲ء ص ۳۹۸
۲۰۔ عبدالحمید احمد ابوسلیمان: اسلام اور بین الاقوامی تعلقات، منظر اور پس منظر، فیمس بکس لاہور بار اول ۱۹۹۱ء ص ۲۰۵
۲۱۔ وقار احمد: غزواتِ سرورِ عالم ﷺ، تاج کتب خانہ قصہ خوانی پشاور دسمبر ۱۹۹۶ء ص ۲۸۷
۲۲۔ محمد یحییٰ خان: پیغمبر اسلام ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں، پیام پبلشرز، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور طبع ۱۹۹۹ء ص ۵۲
۲۳۔ آرنلڈ: اشاعتِ اسلام ص ۸
۲۴۔ روزنامہ ڈان کراچی ۳ مارچ ۱۹۹۷ء
۲۵۔ آرنلڈ: اشاعتِ اسلام ص ۷۳
۲۶۔ بخاری، طبع نور محمد کراچی کتاب المغازی، ج ۲ ص ۶۱۳/ ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد، ج ۱ ص ۴۲۳

۲۷۔ Karren Armstrong: Muhammad a Western Attempt to Understanding Islam .London 1992. p 266

۲۸۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء، ج ۲ ص ۲۱۳

۲۹۔ Michael, H. Hart : " The 100 " New York 1978 p 10

۳۰۔ بخاری: الجامع الصحیح طبع قاہرۃ ۱۳۴۵ھ، ج ۳ ص ۳۹۵

۳۱۔ ابن کثیر: السیرۃ النبویہ طبع بیروت، ج ۱ ص ۲۷۰۔۲۷۸

۳۲۔ ابن حزم: جوامع السیرۃ، ص ۶۴

۳۳۔ ابن حجر: فتح الباری، ج ۱ ص ۳۰۲

۳۴۔ بخاری: الجامع الصحیح طبع کراچی ج ۱ ص ۴۵۸

۳۵۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری: الرحیق المختوم طبع لاہور ص ۵۵۶

۳۶۔ ابن کثیر: البدایہ والنھایہ، طبع بیروت ج ۴ ص ۱۸

۳۷۔ محمد یوسف الکاندھلوی: حیاۃ الصحابہؓ طبع دہلی ج ۱ ص ۱۵۶

۳۸۔ شبلی نعمانی: سیرت النبی ﷺ ج ۲ ص ۲۲۳ و ۲۱۵

۳۹۔ الصالحی، محمد یوسف: سبل الھدیٰ والرشاد، طبع قاہرہ ۱۹۷۲ء ج ۷ ص ۳۲

۴۰۔ البخاری کتاب الجنائز ۱/ ۱۶۹، ۱۸۰، ۱۸۲ طبع کراچی

۴۱۔ شبلی نعمانی: سیرت النبی ﷺ ج ۲ ص ۲۱۱

۴۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۱۶

۴۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین طبع کراچی ج ۱ ص ۱۲۹

۴۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۷۸ء ص ۵۷/ عون الشریف قاسم: نشأۃ الدولۃ الاسلامیہ فی عہد الرسول، قاہرۃ ۱۹۸۱ء ص ۴۱

۴۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۶۷

۴۶۔ محمد حسین ہیکل: حیات محمد، مطبعۃ النہضۃ المصریہ ۱۹۴۷ء ص ۲۲۷

۴۷۔ ابن قیم الجوزی: زاد المعاد ج ۱ ص ۱۵

۴۸۔ بخاری: الجامع الصحیح ج ۱ ص ۱۷۵

۴۹۔ مسلم: الجامع الصحیح رقم الحدیث ۱۴۰۱

۵۰۔ بخاری: ج ۱ ص ۱۵۴

۵۱۔ جمع الفوائد ج ۱ ص ۶۳

۵۲۔ محمد اقبال، علامہ: کلیات اقبال (ضربِ کلیم) الفیصل ناشرانِ کتب لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۴۴۱